۵۲/۸/۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

میرے دو بھائی ہیں۔ دونوں کا ایک ایک بیٹا اور ایک ایک بیٹی ہے۔ ہمارے درمیان (دونوں بھائیوں کے درمیان) یہ بات طے ہوگئی تھی کہ ان لڑکوں اور لڑکیوں کا آپس میں نکاح کرلیں گے۔ چنانچہ آپس میں وعدہ نکاح بھی ہوگیا ہے۔ لیکن ایک لڑکی کی ماں اس نکاح سے راضی نہیں تھی۔ چنانچہ اب وہ کہہ رہی ہے کہ میں نے اس لڑکے کو بچپن میں دودھ پلایا ہے۔ البتہ مجھے یقین نہیں ہے کہ بچے نے دودھ پیا تھا کہ نہیں۔

اور دوسری لڑکی کی ماں تو شروع سے راضی تھی اب جب ایک لڑکی کی ماں نے یہ بات کہہ دی تو وہ کہنے لگی میں نے بھی اس کے بچے کو دودھ پلایا ہے۔

دوسری یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان عورتوں میں سے کسی کے پاس بھی اپنے دعویٰ پر کوئی گواہ نہیں ہے۔ اور لڑکے اور لڑکیاں اور ان کے والدین ان کے نکاح پر راضی ہیں۔

برائے کرم شریعت کی روشنی میں بتا دیں کہ ان لڑکوں اور لڑکیوں کا آپس میں نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں۔؟

سائل:

محمد امین۔

ضلع وتحصیل ژوب صوبہ بلوچستان۔

0314-7963649.

(جواب منسلک ہے)

دار الافتاء
نمبر ۸۱/۱۸۴۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیاً

واضح رہے کہ حرمت رضاعت قائم ہونے کیلئے صرف مدت رضاعت میں بچے کو دودھ پلانا ہی کافی ہے، عند اللہ اس سے دودھ کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے خواہ موقع پر گواہ موجود ہوں یا نہ ہوں، البتہ اگر دودھ پلانے کا انکار کیا جائے، تو اسکے ثبوت کیلئے گواہ کا ہونا ضروری ہے اسکے بغیر دودھ کو ثابت نہیں کیا جا سکتا، لہذا مذکورہ صورت میں اگر دودھ پلانے پر ثبوت نہیں ہے اور دوسرے لوگ دودھ پلانے کو تسلیم نہیں کرتے تو تنہا والدہ کے کہنے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی، نیز یہ کہ والدہ کو اگر دودھ پلانے پر شک ہو، یقین نہ ہو تو اس صورت میں بھی حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

بہر حال مذکورہ صورت میں اگر دونوں عورتوں کا ایک دوسرے کے بیٹوں کو دودھ پلانے کا معاملہ خاندان والوں میں مشہور نہیں، اور اس کے ثبوت کیلئے شرعی گواہ یعنی دو عاقل بالغ مرد، یا ایک عاقل بالغ مرد اور دو عاقلہ بالغہ عورتیں بھی موجود نہیں ہیں، تو ایسی صورت میں صرف دونوں عورتوں کے دعوے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوگی، اور ایک کی لڑکی کا دوسری کے لڑکے سے نکاح بھی درست ہوگا۔

لیکن اگر مذکورہ دونوں عورتیں یا ان میں سے ایک قابلِ اعتماد اور نیک ہو، اور دودھ پلانے کا دعوی رشتہ فاسد کرنے کیلئے نہیں کر رہی بلکہ سچائی پر مبنی ہونے اور خوف خدا کے تحت کہہ رہی ہے تو ایسی صورت میں احتیاط اسی میں ہے کہ نکاح نہ کرایا جائے۔

الفتاوى الهندية (١/ ٣٤٧)

ولا يقبل في الرضاع إلا شهادة رجلين أو رجل وامرأتين عدول كذا في المحيط... وإن كان المخبر واحدا ووقع في قلبه أنه صادق فالأولى أن يتنزه ويأخذ بالثقة وجد الإخبار قبل العقد أو بعده ولا يجب عليه ذلك كذا في المحيط.

دار الافتاء

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (٤/ ١٤)

وأما البينة: فهي أن يشهد على الرضاع رجلان أو رجل وامرأتان ولا يقبل على الرضاع أقل من ذلك ولا شهادة النساء بانفرادهن. وهذا عندنا... ولنا ما روى محمد عن عكرمة بن خالد المخزومي عن عمر - رضي الله عنه - أنه قال: لا يقبل على الرضاع أقل من شاهدين وكان ذلك بمحضر من الصحابة ولم يظهر النكير من أحد؛ فيكون إجماعا...وإذا شهدت امرأة على الرضاع فالأفضل

للزوج أن يفارقها لما روي عن محمد أن عقبة بن الحارث قال: تزوجت بنت أبي إهاب فجاءت امرأة سوداء فقالت: إني أرضعتكما فذكرت ذلك لرسول الله - ﷺ -فقال - ﷺ - «فارقها فقلت إنها امرأة سوداء وإنها كيت وكيت فقال - ﷺ - كيف وقد قيل: وفي بعض الروايات قال عقبة فذكرت ذلك لرسول الله - ﷺ - فاعرض ثم ذكرته فاعرض حتى قال في الثالثة أو الرابعة: فدعها إذا» وقوله: فارقها أو فدعها إذا ندب إلى الأفضل والأولى. ألا ترى أنه - ﷺ - لم يفرق بينهما بل أعرض ولو كان التفريق واجبا لما أعرض فدل قوله - ﷺ - فارقها على بقاء النكاح..................

واللہ تعالیٰ اعلم

عادل

عادل شاہ تربتی عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۰/صفر/۱۴۳۸ھ

۲۱/نومبر/۲۰۱۶ء

الجواب صحیح

۲۰/۲/۱۴۳۸ھ

نائب مفتی

دارالعلوم کراچی

دار الافتاء

الجواب صحیح

۲۰/۲/۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح

۲۰/۲/۱۴۳۸ھ